رویت ہلال

اور

جدید فلکیات

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

فہرست رویت ہلال اور جدید فلکیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رویت ہلال اور جدید فلکیات

عصر حاضر نے جہاں اور چیزوں میں نت نئی تحقیقات اور حیرت زا انکشافات کیے ہیں، وہیں فلکیاتی علوم وفنون کو بھی بامِ عروج پر پہنچا دیا ہے، اور اس میں بھی حیرت انگیز تحقیقات اور انکشافات سامنے لائے گئے ہیں۔ اسی کی ایک کڑی یہ ہے کہ ایسے چارٹ اور نقشے تیار کر لیے گئے ہیں جن کے ذریعہ پوری دنیا کے مختلف بڑے بڑے شہروں اور مشہور علاقوں میں متعدد سالوں تک ہر نئے چاند (New Moon) کی تاریخ اور امکانی وقت دریافت کرنا آسان ہو گیا ہے۔ ملیشیا یونیورسٹی کے پروفیسر اور مسلمان سائنس داں ڈاکٹر محمد الیاس نے بھی اس قسم کا ایک عالمی نقشہ تیار کیا ہے، جس سے ۳۱ سال تک نئے چاند کا وقت وتاریخ معلوم کر سکتے ہیں۔ (۱)

ان چیزوں کے پیش نظر فقہی مباحث میں ایک بحث یہ پیدا ہو گئی کہ چاند کی پہلی تاریخ کا فیصلہ رویت پر معلق کرنے کے بجائے اگر ان جدید فلکیاتی تحقیقات سے فائدہ اٹھا کر ان سے ہی اس مسئلہ کو حل کر لیا جائے تو کیا شرعی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟

یہ مسئلہ قدیم فقہاء کے درمیان بھی زیر بحث آیا ہے اور بعض فقہاء نے اس پر مستقل رسائل لکھے ہیں۔ علامہ سبکی شافعیؒ کے رسالہ کا ذکر علامہ شامیؒ نے کیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے جو ان کے فتاوی میں شامل ہے۔ اور بعض حضرات نے فتاویٰ میں اس پر مستقل کلام فرمایا ہے۔ اس مسئلہ پر ہم

---

(۱) دیکھو تعمیر حیات لکھنو شمارہ ۱۰ / نومبر ۱۹۸۸ء

کسی قدر تفصیل سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں تا کہ حتی الامکان اس کا ہر پہلو واضح اور مدلل ہو۔

قدیم فقہاء کا مذہب

یہ کہنے کی حاجت نہیں کہ فلکیاتی علوم کو اگر چہ ترقی تو موجودہ دور میں ہوئی ہے، مگر ان علوم پر قدیم زمانہ سے محنت ہو رہی ہے اور اس کے ماہرین ہر دور میں رہے ہیں، اور ان علوم کے لیے دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے مراکز قائم رہے ہیں۔اس لیے قدیم فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث آیا ہے اوران حضرات نے اس پر غور وفکر کے بعد اپنی آراء کا اظہار بھی کیا ہے۔ چنانچہ حضرات مالکیہ، حنابلہ اور حنفیہ کے نزدیک حسابی طریقہ یا آلات رصدیہ کے ذریعہ ثابت ہونے والے چاند پر عید و رمضان کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ خود اس حسابی طریقہ سے چاند معلوم کرنے والے کو بھی اپنی اس تحقیق پر عمل کرتے ہوئے رمضان اور عید کرنا واجب نہیں۔(۱)

بلکہ علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے کہ اہلِ نجوم کے قول پر بالاجماع اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور خود اہل نجوم کو بھی اپنے حساب پر عمل کرنا جائز نہیں۔(۲)

شوافع کا مسلک الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں یہ نقل کیا ہے کہ منجم کا قول خود اس کے حق میں اور اس کی تصدیق کرنے والے کے حق میں قابلِ اعتبار ہے۔(۳)

مگر دوسرے علماء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیح نہیں بلکہ حضراتِ شوافع بھی جمہور کی طرح اسی کے قائل ہیں کہ حسابی طریقہ پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔ ہاں شوافع میں سے بعض حضرات کا یہ مسلک ہے جس پر خود حضراتِ شوافع نے

(۱) الفقہ علی المذاہب الاربعہ:۱/۵۵۱ (۲) ردالمحتار شامی:۲/۳۸۷ (۳) الفقہ علی المذاہب الاربعہ:۱/۵۵۱

نکیر فرمائی ہے۔ چنانچہ علامہ شامیؒ نے فرمایا کہ سبکیؒ نے جو (اہل حساب پر اعتماد کو جائز کہا ہے) اس پر متاخرینِ شافعیہ نے رد کیا ہے جن میں ابن حجرؒ اور رملیؒ ہیں، اور اخیر میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ کے تمام اصحاب سوائے چند نادر لوگوں کے اس پر متفق ہیں کہ اہل نجوم کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔(۱)

علامہ حمویؒ نے ''حاشیہ اشباہ'' میں شافعی مذہب کی کتاب ''التہذیب'' کے حوالہ سے لکھا ہے:

"لایجوز تقلیدالمنجم فی حسابه لافی الصوم ولافی الافطار"

(یعنی نجومی کی تقلید اس کے حساب میں جائز نہیں، نہ روزہ میں نہ افطار میں)(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ حساب کے اقوال پر اعتماد کر کے روزہ رکھنا یا روزوں کو ختم کرنا شوافع کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ پس ائمہ اربعہ اور ان کے اصحاب واتباع کا یہی قول ہے۔

فلکیاتی حساب پر اعتماد اجماع کے خلاف ہے

بلکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ فلکیاتی حساب پر اعتماد کرنا خلافِ اجماع ہے، گویا ان چند شاذ اقوال کو چھوڑ کر پوری امت اس پر متفق ہے کہ اہلِ حساب کے قول پر اعتماد جائز نہیں ہے، البتہ روافض کا قول ہے کہ حساب پر اعتماد کیا جائے گا، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فرمایا کہ ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ اس میں اہلِ حساب کی طرف رجوع کیا جائے اور یہ روافض ہیں، علامہ باجیؒ نے فرمایا کہ سلفِ صالح کا اجماع ان کے خلاف حجت ہے، اور علامہ ابن بزیزہ نے کہا ہے کہ یہ باطل مذہب ہے۔(۳)

(۱) شامی: ۳۸۷/۲ (۲) الحموی علی الاشباہ: ۶۶/۲ (۳) فتح الباری: ۱۲۷/۴

علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی عادت کے مطابق اس پر بہت طویل کلام کیا ہے، اور وہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''بلاشبہ ہم دینِ اسلام میں سے اس بات کو بالاضطرار جانتے ہیں کہ روزہ، حج، عدت، ایلاء وغیرہ چاند سے متعلق احکام میں حساب دان کی اس خبر پر کہ وہ (چاند) نظر آئے گا یا نظر نہیں آئے گا، عمل کرنا جائز نہیں، اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے اور اس بارے میں نہ کوئی پرانا اختلاف معلوم ہے نہ کوئی نیا اختلاف، ہاں بعض متأخرین فقہاء جو تیسری صدی کے بعد ہوئے ہیں انھوں نے یہ گمان کیا کہ جب چاند مستور ہو جائے تو حساب جاننے والے کو اپنے حساب پر عمل کرنا جائز ہے، یہ قول اگر چہ چاند کے مستور ہونے کی صورت کے ساتھ مقید اور حساب دان کے لیے مختص ہے، مگر شاذ ہے اور اس کے خلاف پہلے اجماع ہو چکا ہے۔ (۱)

اہل حق میں سے جو حضراتِ فقہاء اور علماء اہل حساب پر اعتماد کے قائل ہیں، وہ گنے چنے ہیں جن کا اختلاف اجماع کے لیے مضر نہیں، ان حضرات میں ایک محمد بن مقاتل کا نام آتا ہے، جو اہلِ حساب کے قول پر اس وقت اعتماد کرتے تھے جب کہ ان کی ایک جماعت متفق ہوتی، مگر ان پر علامہ سرخسیؒ نے رد کیا ہے۔ (۲)

دوسرے قاضی عبد الجبار ہیں، اور ایک صاحب جمع العلوم ہیں، ان سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ اہلِ نجوم پر اعتماد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۳)

شوافع میں سے علامہ سبکیؒ کا نام لیا جاتا ہے جو اہل ہیئت کے حساب پر اعتماد کے قائل تھے اور اس سلسلہ میں انھوں نے رسالہ بھی لکھا ہے، مگر محققینِ شوافع نے ان پر رد کیا ہے جیسا کہ اوپر گذرا، اور ابن حجرؒ نے بعض اور نام بھی اس سلسلہ میں ذکر کئے ہیں، ابن سریج شافعی، مطرف بن عبد اللہ تابعی اور ابن قتیبہ محدث، مگر ان

(۱) فتاوی ابن تیمیہ: ۱۳۳/۲۵ (۲) الاشباہ والنظائر لابن نجیم: ۶۴/۲ (۳) رد المحتار: ۳۸۷/۲

پر علماء نے رد کیا ہے اور ان کے قول کو اجماع کے خلاف قرار دیا ہے۔(۱)

جمہور علماء کے دلائل

جمہور علماء کی دلیل یہ ہے کہ صوم و افطارِ صوم کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں واضح طور پر حکم دیا ہے۔

" اِذَا رَأَیْتُمُوْہُ فَصُوْمُوْا وَإِذَا رَأَیْتُمُوْہُ فَأَفْطِرُوْا فَإِذَا غُمَّ عَلَیْکُمْ فَأَقْدِرُوْا لَہٗ ثَلاثِیْنَ "(۲)

(جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو روزہ چھوڑو، پس اگر تم پر چاند پوشیدہ ہو جائے تو تیس دن کا حساب کرلو)

یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے اور مطلب اور مقصد سب کا تقریباً ایک ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انتیس تاریخ کو اگر چاند کی رویت ہوگئی تو روزہ و افطار (رمضان و عید) اسی کے مطابق کریں گے، اور اگر چاند نظر نہ آیا تو تیس دن مکمل کرکے اگلے دن سے ماہ کا حساب ہوگا، خواہ فلکیاتی حساب کی رو سے نیا چاند انتیسویں کو ہو یا نہ ہو، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

اس حدیث میں خاص طور پر یہ بات غور کرنے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۲۹/تاریخ کو چاند مستور رہ جانے کی صورت میں تیس دن مکمل کرنے کا حکم دیا ہے، اور ہر کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ مستور چیز معدوم نہیں ہوتی، بلکہ فی الواقع موجود ہوتی ہے، البتہ اس پر کسی چیز کے پردہ پڑ جانے کی وجہ سے نظروں سے مستور ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ چاند افق پر موجود ہوتے ہوئے بھی اگر تمہاری نظروں سے بوجہِ گرد و غبار یا بوجہِ بادل پوشیدہ رہ

(۱) دیکھو فتح الباری: ۱۲۲/۴ (۲) بخاری: ۲۵۷/۱، مسلم: ۳۴۸/۱، نسائی: ۳۰۱/۱

جائے تو تیس دن کا مہینہ قرار دیا جائے اور یوں سمجھا جائے کہ ۲۹ کو شرعاً چاند نہیں ہوا۔

اس مفہوم کی مزید توضیح اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لاتصوموا حتی تروہ ثم صوموا حتی تروہ فإن حال دونہ غمامۃ فاتموا العدۃ ثلاثین" الخ (۱)

(روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھو پھر (چاند دیکھنے کے بعد) روزہ رکھو جب تک کہ پھر چاند دیکھ لو پس اگر چاند پر بادل حائل ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرلو۔

اس روایت میں ترمذیؒ نے ''غیایہ'' اور ابوداؤدؒ نے ''غمامہ'' اور نسائی نے 'سحاب'' روایت کیا ہے، اور تینوں کا مطلب ایک ہے، وہ یہ کہ چاند کے اور ہمارے درمیان بادل یا اور کسی چیز کا پردہ حائل ہو جائے اور چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرو، اس سے صاف معلوم ہوا کہ مہینہ کی آمد یا تو ۲۹ تاریخ کو رویت پر ہوگی یا اگر رویت نہ ہو تو تیس دن کی تکمیل کے بعد ہوگی۔ لہٰذا کسی حسابی طریقہ یا آلاتِ رصدیہ کی بنیاد پر مہینہ کی آمد تسلیم نہیں کی جائے گی۔

(۲) جمہور علماء کی دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

" انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب، الشهر هکذا وهکذا یعنی مرۃ تسعاً وعشرین ومرۃ ثلثین"

(یعنی ہم امی امت ہیں، نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ مہینہ کبھی اس طرح ہوتا ہے اور کبھی اس طرح (یہاں آپ ﷺ نے انگلیوں سے اشارہ فرمایا) راوی فرماتے ہیں کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا) (۲)

---

(۱) ترمذی: ۱/۱۴۸، نسائی: ۱/۳۰۲، ابوداؤد: ۱/۳۱۸ (۲) بخاری: ۱/۲۵۶، نسائی: ۱/۳۰۲، مسلم: ۱/۳۴۷

اس حدیث سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ ماہ کے آغاز و انجام کا مدار ان حسابات پر نہیں ہے۔ چناں چہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''حدیث کا ظاہر سیاق اس طرح اشارہ کرتا ہے کہ (چاند کا) حکم حساب پر معلق نہیں اور اس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر تم پر چاند مستور ہو جائے تو تیس دن پورے کرلو' اس میں آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اہل حساب سے پوچھو۔ (۱)

اور علامہ ابن تیمیہؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''اللہ کے رسول ﷺ کا یہ قول وارشاد خبر ہے جس میں نہی شامل و پوشیدہ ہے؛ کیوں کہ آپ ﷺ نے خبر دی کہ وہ امت جو آپ کی اتباع کرنے والی ہے، وہ امت ِ وسط (اعتدال والی) امت ہے، جوامی ہے، نہ لکھتی ہے نہ حساب کرتی ہے۔ پس جو لکھتے اور حساب کرتے ہیں وہ اِس (خاص) حکم میں اس امت میں سے نہ ہوں گے۔ (۲)

غرض اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ ہلال کا مدار حساب پر نہیں ہے بلکہ حساب پر مدار رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

چاند کو رویت پر معلق کرنے کی حکمت

اب رہی یہ بات کہ شرع نے چاند کو رویت پر کیوں معلق کیا اور حساب پر اس کا مدار کیوں نہ رکھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرعاً یہ حکم وقانون بڑی حکمت ومصلحت کے پیش نظر بنایا ہے۔ وہ یہ کہ رویت ایک عام چیز ہے جس میں ہر خاص وعام، جاہل و عالم، شہری و دیہاتی، برابر حصہ لے سکتا ہے اور اپنی عبادات کو اس

(۱) فتح الباری: ۴/۲۰۷ (۲) فتاوی ابن تیمیہؒ: ۱۶۵/۵۲

کے مطابق سرانجام دے سکتا ہے، اس کے برخلاف حساب ہر کوئی نہیں جانتا اور نہ جان سکتا ہے ۔ اگر اس پر چاند کا مدار رکھا جاتا تو عباداتِ متعلقہ کی ادائیگی معدودے چند لوگوں کی رائے وفیصلہ پر موقوف رہتی جس میں سخت حرج اور انتہائی پریشانی ہے، اور اسلام کا مزاج یہ نہیں کہ عوام کو تنگی و پریشانی میں ڈالے ، بلکہ وہ سہولت وآسانی فراہم کرنا چاہتا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ چاند کا حساب آج تک بھی منضبط نہیں اور اس کا کوئی اصول وقاعدہ دریافت نہیں ہوسکا ہے۔ اور اہلِ حساب نے قدیم زمانہ سے اس کا اعتراف کیا ہے کہ رویتِ ہلال کس دن ہوگی اس کا قطعی فیصلہ کرنے کے لیے کوئی اصول وضابطہ دریافت میں نہیں آیا، جب اس کا کوئی ضابطہ ہی دریافت نہیں ہوا تو اس بحث کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حساب پر رویتِ ہلال کو معلق کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

رویتِ ہلال کے لیے کوئی فلکیاتی حساب منضبط نہیں

چنانچہ قدیم وجدید دونوں تحقیقات اس پر متفق ہیں کہ رویتِ ہلال کے لیے کوئی فلکیاتی قاعدہ وحساب منضبط نہیں ہوسکتا۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس پر بہت تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے۔ وہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

" إعلم أن المحققين من أهل الحساب كُلَّهم مُتّفِقُون على أنّه لايمكن ضبط الروية بحساب بحيث يحكم بأنّه يُرٰى لامحالة أو لايُرٰى البتة على وجه مُطّرد ، وإنّما قد يتّفِقُ ذلك أولايمكن بعض الأوقات ، و لهذا كان المُعْتنُون بهذا الفن من الأمم : الروم ، والهند، والفرس، والعرب، وغيرهم مثل بطليموس الذي هومقدّم هؤلاء ومن بعدهم قبل الإسلام وبعده لم ينسبوا إليه فى الروية حرفاً واحدً"۔

ترجمہ: جان لو کہ اہلِ حساب میں سے تمام کے تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ رویتِ ہلال کو کسی حساب سے اس طرح منضبط کرنا ممکن نہیں کہ یہ حکم لگایا جا سکے کہ وہ یقیناً دکھائی دیگا یا دکھائی نہ دیگا، بلکہ یہ رویت کبھی اتفاقاً ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ممکن نہیں ہوتی، اور یہی وجہ ہے کہ روم، ہندوستان، فارس اور عرب وغیرہ کی اقوام میں سے جو لوگ اس فن (فلکیات) سے دلچسپی واعتناء کرنے والے تھے، جیسے بطلیموس جو کہ ان لوگوں میں سے مقدم ہے اور جو ان کے بعد گزرے ہیں خواہ اسلام کے قبل یا اسلام کے بعد، ان کی طرف رویت کے بارے میں ایک حرف بھی منسوب نہیں کیا گیا ہے۔ (۱)

علامہ ابن تیمیہؒ نے تمام محقق اہل حساب سے یہ نقل فرمایا ہے کہ رویتِ ہلال کے بارے میں کوئی حساب اور ضابطہ منضبط کرنا خارج از امکان ہے۔ اور لیجئے، چوتھی صدی ہجری کے نامور فلاسفر اور ماہرِ نجوم وفلکیات ابوریحان البیرونی نے اپنی کتاب "الآثار الباقیة" میں تمام علماءِ فلکیات کا اجماعی نظریہ یہ بتایا ہے کہ:

''فضائی وفلکی حالات ایسے ہیں کہ جو کوئی غور کرے گا تو رویتِ ہلال کے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی قطعی فیصلہ ہرگز نہ کر سکے گا۔ (۲)

نیز حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے رویتِ ہلال میں لکھا ہے کہ کشف الظنون میں بحوالہ شمس الدین محمد بن علی خواجہ کا چالیس سال کا تجربہ یہی لکھا ہے کہ ان معاملات میں کوئی صحیح اور یقینی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ (۳)

یہ بیانات اگرچہ بہت پرانے ہیں مگر صورتِ حال آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی اس سے کچھ مختلف نہیں ہے بلکہ جدید فلکیاتی علوم کے ماہرین بھی اسی بات کا اعادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

(۱) فتاوی ابن تیمیہ: ۱۸۳/۲۵ (۲) الآثار الباقیة: ۱۹۸، رویتِ ہلال: ۲۵ (۳) رویتِ ہلال: ۲۵

چنانچہ ایک پاکستانی مصنف جناب ضیاء الدین صاحب نے اپنے ایک رسالہ ''رویتِ ہلال موجودہ دور میں'' میں لکھا ہے کہ انہوں نے یونیورسٹی آف لنڈن، آبزرویٹری اور رائل گرین وچ آبزرویڑی سے استفسار کیا، اس کے جواب میں ان کو یونیورسٹی آف لنڈن آبزرویڑی کے شعبہ فزکس وعلومِ فلکیات کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر نے جو اپنی ماہرانہ رائے اور فیصلہ دیا، وہ یہ تھا کہ:

''آپ کے استفسار کے متعلق کہ آیا رصدگاہی سائنسداں کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہو چکے ہیں جس سے نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیشین گوئی کی جا سکے؟ مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ کچھ عرصہ قبل اس خاص مسئلہ پر قضاۃ سعودی عرب کے اراکین کے ساتھ میرے طویل مذاکرات ہوئے اور یہ معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی کوئی بھی تجویز یقینی طور پر قرآنِ مجید کی ضروری شرائط سے تقریباً متصادم ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ درحقیقت رویتِ ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔ آخر میں لکھا ہے کہ۔۔۔۔ مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ میرے خیال میں کوئی ایسا سائنسی طریقہ نہیں ہے جس سے کہ اس موقع پر اسلام کی ضروری شرائط پوری کی جا سکیں۔ (۱)

جناب ضیاء الدین صاحب نے آگے چل کر رصدگاہ گرین وچ کی سائنس ریسرچ کونسل کے فلکیاتی معلوماتی قرطاس نمبر ۶ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

''ہر ماہ نئے چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے والی تاریخوں کے متعلق پیش گوئی کرنا ممکن نہیں؛ کیونکہ ایسے کوئی قابلِ اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہوتے جنہیں ان شرائط کو متعین کرنے میں استعمال کیا جا سکے جو چاند کے اول بار نظر آنے کے لیے کافی ہوں۔ (۲)

(۱) رویتِ ہلال موجودہ دور میں: ۱۵ (۲) رویتِ ہلال موجودہ دور میں: ۱۷

ان جدید ماہرین فلکیات کے بیانات کا حاصل بھی وہی نکلا کہ رویتِ ہلال کی یقینی پیش گوئی کے لیے کوئی حساب واصول اور سائنسی طریقہ نہیں ہے، یہ بیانات بالکل تازہ اوراپ ٹوڈیٹ ہیں۔اوران سے ان لوگوں کے خیال کا بطلان ظاہر ہوگیا جو کہتے ہیں کہ اس دورِ ترقی میں فلکیاتی علوم کی ترقی سے یہ بات ممکن ہوگئی کہ رویتِ ہلال کوحساب کے ذریعہ معلوم کرلیا جائے۔ابھی ہم نے قدیم اہلِ حساب کے ساتھ جدید ماہرین فلکیات کے بیانات ملاحظہ کئے جوسب کے سب اس پر متفق ہیں کہ رویتِ ہلال کے لیے کوئی حساب منضبط نہیں ہے اور نہ ممکن ہے۔

امکانِ رویت سے رویت ثابت نہیں ہوتی

غرض یہ کہ آج تک کسی ماہرفلکیات نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ فلاں مہینہ کا چاند فلاں سال میں فلاں تاریخ کونظر آئے گا، البتہ ان لوگوں نے امکانِ رویت کا دعویٰ کیا ہے،اور یہ بات ہر معمولی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ رویت کے وقوع اور رویت کے امکان میں بڑا فرق ہے۔ ماہرین فلکیات صرف اتنا بتاتے ہیں کہ فلاں مہینہ فلاں تاریخ ودن میں رویتِ ہلال کا امکان ہے،مگر وہ اس کا حتمی وقطعی فیصلہ نہیں دیتے اور نہ دے سکتے ہیں کہ فلاں تاریخ ودن میں رویت واقع ہوجائے گی۔ اسلام نے مدارصوم وافطاروقوع رویت کوقرار دیا ہے ،نہ کہ محض امکانِ رویت کو۔چنانچہ اوپراس کی وضاحت کر چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ۲۹/تاریخ کو چاند مستور رہ جانے کی صورت میں حکم دیا ہے کہ تیس دن پورے کرلو،اس میں چاند کومعدوم نہیں مانا گیا ہے، بلکہ مستور کہا گیا ہے۔جس کا مطلب یہ نکلا کہ چاند اپنے افق پر موجود ہونے کے باوجود کسی عارض کی وجہ سے نظر نہ آئے تو بھی شرعی حکم یہ ہے کہ تیس دن پورے کرو۔

غور کیجئے کہ کیا اس صورت میں جب کہ چاند مستور ہے، رویت کا امکان نہیں ہے؟ بلاشبہ ہے مگر نظر نہیں آرہا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے امکانِ رویت کے باوجود تیس دن پورے کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ محض رویت کا امکان، ثبوتِ رویت کے لیے کافی نہیں۔

علامہ شامیؒ نے قبلہ کی تعیین کے لیے فلکیاتی تحقیقات کے معتبر ہونے نہ ہونے کی بحث کے ضمن میں اس مسئلہ پر بھی کلام کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

" ما صرح به علماء نا من عدم الاعتماد على قول أهل النجوم في دخول رمضان لأن ذلك مبني على أن وجوب الصوم معلق برؤية الهلال لحديث "صوموا لرويته" وتوليد الهلال ليس مبنياً على الروية بل على قواعد فلكية ، وهى وإن كانت صحيحةً في نفسها لكن إذا كانت ولادته في ليلة كذا فقد يُرٰى فيها الهلال وقدلايُرٰى ، والشارع علّق الوجوب على الروية لاعلى الولادة ـ" (۱)

(یعنی ہمارے علماء نے جو رمضان کی آمد کے بارے میں اہلِ نجوم کے قول پر اعتماد نہ ہونے کی تصریح کی ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ روزے کا وجوب رویتِ ہلال پر معلق ہے، اس حدیث کی رو سے "صوموا لرویته" (کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو) اور چاند کی ولادت رویت پر مبنی نہیں ہے بلکہ فلکیاتی قواعد پر مبنی ہے۔ اور یہ قواعد اپنی جگہ اگرچہ صحیح ہیں لیکن اگر کسی رات میں چاند کی ولادت ہو تو کبھی وہ نظر آتا ہے اور کبھی نظر نہیں آتا۔ اور شارع علیہ السلام نے روزے کے وجوب کو رویت پر معلق کیا ہے، نہ کہ چاند کی ولادت پر۔

علامہ شامیؒ کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ تولیدِ ہلال الگ چیز ہے اور

(۱) ردالمحتار شامی: ۱/۴۳۱

رویتِ ہلال الگ چیز ہے۔تولیدِ ہلال جس کو(New Moon) کہا جاتا ہے، اس سے صرف رویت کا امکان پایا جاتا ہے، نہ کہ رویت کا وقوع۔اور شریعت نے محض تولیدِ ہلال یا امکانِ رویت پر مدار کار نہیں رکھا ہے بلکہ وقوعِ رویت پر مدار رکھا ہے۔

رویت پر اثر انداز ہونے والے عوامل

وجہ یہ ہے کہ امکانِ رویت کے باوجود بعض عوامل کی بنا پر رویت واقع نہیں ہوتی۔علماءِ فلکیات نے مسلسل تجربے اور مشاہدے کی بنا پر بیان کیا ہے کہ چاند جب ۲۹/دن، ۱۲/گھنٹے، ۴۴/منٹ اور ۳/سکنڈ میں اپنی گردش پوری کر کے سورج سے جاملتا ہے تو اس وقت اس کا دکھائی دینا ممکن نہیں بلکہ اس کے بعد بھی تقریباً ۱۹/یا ۲۰/ گھنٹے تک اس کا نظر آنا خارج از امکان ہوتا ہے ، اسکے بعد اس کے نظر آنے کے امکانات شروع ہوتے ہیں اور عام طور پر ۲۱/ یا ۲۲/گھنٹوں کے بعد ہی وہ قابلِ رویت ہوتا ہے، مگر اس وقت یہ محض امکان ہے، ہوسکتا ہے کہ نظر آئے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نظر نہ آئے ؛ کیونکہ رویت پر بعض عوامل اثر انداز ہوتے ہیں۔مثلاً مطلع کی کیفیت،فضاء میں گرد وغبار، مقامِ مشاہدہ کا محلِ وقوع، اسی طرح گرمی، سردی، فضا کی نمی، فضا کی خشکی یہ سب باتیں رویت پر اثر انداز ہوتے ہیں، لہٰذا محض امکانِ رویت پر مدار نہیں رکھا گیا بلکہ رویتِ حقیقی وواقعی پر مدار رکھا گیا ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فلکیاتی علوم کی بنیاد پر رویت کا مسئلہ حل نہیں کیا جاسکتا، اور جن حضرات نے انکی ترقی کی طرف نظر کر کے یہ سمجھا ہے کہ اس مسئلہ کو ان علوم

سے حل کیا جاسکتا ہے، یہ ان کی غلطی ہے۔اور خود اس فن کے ماہرین نے اقرار کیا ہے کہ اب تک کوئی قابلِ وثوق ایسا طریقہ ایجاد نہیں ہوا ہے کہ جس سے شرعی رویت کی شرائط پوری ہوسکیں۔ فلکیاتی تحقیقات نے اب تک صرف مخصوص تاریخوں میں رویتِ ہلال کے امکان کو ظاہر کردیا ہے مگر چونکہ صرف امکان سے شرعی رویت کا تحقق نہیں ہوتا، جس پر احکام کا مدار ہے، اس لیے اس کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھا جاسکتا، اور اس پر احکام صوم وافطار کا مدار نہیں رکھا جاسکتا۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان